بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نظرات

حکومت پاکستان نے حال ہی میں سرکاری اور نیم سرکاری ملازمین کے لئے دفاتر میں قومی لباس پہن کر آنے کے جو احکام جاری کئے ہیں قومی سطح پر اس کا بڑا اچھا ردعمل ہوا ہے۔ اس کے علاوہ قومی زبان اُردو کے فروغ کے لئے بھی وقتاً فوقتاً ہدایات جاری ہوتی رہتی ہیں۔ قومی لباس اور قومی زبان بلاشبہ پاکستانی مسلمانوں کے ملّی اور قومی تشخص کے اظہار کے نہایت اہم ذرائع ہیں۔ انسان میں فطرتاً اپنی انفرادیت اور تشخص کا احساس پایا جاتا ہے اور وہ اس کو بحیثیت قوم نمایاں بھی کرنا چاہتا ہے اور قائم رکھنا بھی۔ اسی احساس انفرادیت و تشخص کو علامہ اقبال نے خودی کے نام سے تعبیر کیا ہے۔ مسلمانوں کا ملّی تشخص اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان اور دیگر اسلامی عقائد اور اصول و احکام سے متعین ہوتا ہے اور ان کے مطابق تشکیل کردہ عملی زندگی سے اس کا اظہار ہوتا ہے۔

مسلمانوں کے ملّی تشخص میں لباس اور زبان کے علاوہ اس کی وضع قطع اور نام وغیرہ کو بڑا دخل حاصل ہے۔ اسلامی تعلیمات کی رو سے ایک مسلمان کا لباس ایسا ہونا چاہیئے جس سے اس کی ستر پوشی ہو سکے، وہ کسی قوم کا مذہبی شعار نہ ہو، نام و نمود اور تکبر کے اظہار کا ذریعہ نہ ہو اور جسم کے لئے آرام دہ ہو۔ ان اصولوں سے مسلم اور غیر مسلم کے لباس میں امتیاز قائم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ ایک غیر مسلم کے لباس میں یہ سب اصول کارفرما ہوں۔ مسلمانوں کے اس ملی تشخص میں قومی اور علاقائی تشخصات بھی ہو سکتے ہیں مثلاً بعض مسلمان شلوار قمیص پہنتے ہیں، بعض کرتہ پاجامہ، بعض، جبہ و قبہ، بعض شیروانی اور بعض لنگی وغیرہ۔ یہ سب لباس ستر پوشی

وغیرہ ہونے کی وجہ سے ملی تشخص کو بھی ظاہر کرتے ہیں اور ان کے مختلف ڈیزائنوں وغیرہ سے ان سے قومی، علاقائی اور انفرادی تشخص کا بھی اظہار ہوتا ہے۔

ملی اور قومی تشخص میں نام کو بھی بڑا دخل ہے۔ مسلمانوں کے نام عربی ہونے چاہئیں۔ البتہ عربی ناموں کے ساتھ مقامی زبانوں کے الفاظ بھی لگائے جا سکتے ہیں جیسے محمد اسلم چوہان میں چوہان یا عبدالرحیم سوئیکارنو میں سوئیکارنو غیر عربی الفاظ ہیں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بعض لوگ اپنے بچوں کے نام رکھتے وقت عربی نام رکھنے کا اہتمام نہیں کر رہے ہیں مثلاً بچیوں کا نام شہلا وغیرہ رکھتے ہیں۔ ایک بار ہمیں ایک خاتون نے اپنی نوزائیدہ بچی کے بارے میں بتایا کہ اس کا نام یوشا رکھا گیا ہے جو کہ جاپانی نام ہے، ہم نے خاتون سے کہا کہ اچھا اب لوگ نام کے بھی مسلمان نہ رہیں؟ اس جملے نے ان خاتون پر اتنا اثر کیا کہ انہوں نے بچی کا نام بدل کر سعدیہ رکھ دیا۔ ہمارے عربی نام دراصل ہمارے ملی تشخص کا بہت بڑا مظہر ہیں جن کا پوری طرح اہتمام کرنا چاہیے۔

تشخص کے سلسلے میں مکانات کے ڈیزائن کا مسئلہ بھی آتا ہے۔ مسلمان ہمیشہ سے ایسے مکان بناتے آئے ہیں جس میں خواتین کے پردے اور مکان کے باشندوں کی پرائیویسی یعنی تخلیہ کا پورا انتظام ہو۔ لیکن اب بعض بڑے شہروں میں ایسے مکان بنانے کا رجحان پیدا ہو رہا ہے جن میں نہ پردہ ممکن ہوتا ہے، نہ تخلیہ اور نہ تحفظ۔ اس طرح ایسے مکان ذوقِ سلیم کے خلاف اور رہائشی ضروریات کے لئے ناکافی ہوتے ہیں اور ان کی تعمیر کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جو لوگ مجبوراً ان کو کرائے پر لیتے ہیں ان کی خواتین کے لئے پردہ کو قائم رکھنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح یہ مکان پردے اور حیا جیسی اسلامی اقدار کو مجروح کرنے میں حصہ لے رہے ہیں۔ تعمیرات سے متعلق ذمہ دار اداروں کو اس طرف توجہ دینی چاہیے اور مکانوں کے ایسے ڈیزائنوں کی ہرگز منظوری نہیں دینی چاہیئے جن میں پردے، تخلیئے اور تحفظ کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔

قومی تشخص کے سلسلے میں ایک اور توجہ طلب مسئلہ قومی زبان اُردو کا ہے۔ قومی زبان بھی قومی تشخص کی عظیم ترین علامات میں شمار ہوتی ہے مگر افسوس ہے کہ قومی زبان کے اختیار کرنے میں

غیر مناسب تاخیر سے کام لیا جارہا ہے۔ قومی زبان پر تفصیل سے بحث تو فکر و نظر کے آئندہ شمارے کے نظرات میں کی جائے گی یہاں صرف یہ بتا دینا کافی ہوگا کہ اگر دو اقدامات فوری طور پر عمل میں آجائیں تو اُردو کے فروغ میں بہت مدد مل سکتی ہے۔ ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ اعلیٰ ملازمتوں کے لئے مقابلے کے تحریری اور تقریری امتحانات لازمی طور پر اُردو میں ہوں اور دوسرے یہ کہ سرکاری اجلاسوں اور میٹنگوں کی کارروائی اُردو میں کی جائے۔ ان دو اقدامات کی وجہ سے لوگ انگریزی کی بجائے اُردو کی طرف توجہ دیں گے اور وہ والدین اپنے بچوں کو انگلش میڈیم یعنی انگریزی ذریعۂ تعلیم والے اسکولوں میں داخل نہیں کریں گے جو ان کو ایسے اسکولوں میں محض اس لئے داخل کرتے ہیں کہ ان کا بچہ بڑا ہو کر انگریزی میں ہونے والے مقابلے کے امتحانات میں کامیابی کے ساتھ حصہ لے سکے گا۔ اسی طرح سرکاری میٹنگوں میں اپنی مؤثر شرکت کے لئے لوگ انگریزی کی طرف زیادہ توجہ دینے پر مجبور ہوتے ہیں۔

اسلامی عقائد اور اصول و احکام کا تعلق چونکہ ایک مسلمان کی پوری زندگی سے ہوتا ہے اس لئے ایک مسلمان کا پورا طرزِ زندگی اس کے ملی تشخص کا مظہر ہونا چاہئے اور صرف ظاہری وضع قطع اور لباس وغیرہ ہی سے نہیں بلکہ عادات و اطوار اور آداب زندگی سے بھی ملی تشخص کا اظہار ضروری ہے مثلاً مسلمان جب ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو سلام کرتے ہیں جو کہ ہر وقت کی سلامتی کی ایک دعا ہے جبکہ غیر مسلم قوموں میں ملاقات کے وقت کہیں گڈ مارننگ یعنی صبح بخیر جیسی وقتی سلامتی کی دعا دیتے اور کہیں آداب عرض وغیرہ کہنے کا رواج ہے۔ ملاقات کے وقت مسلمانوں کو صرف سلام اور مصافحہ کرنا چاہئے اور کسی کی تعظیم کی خاطر اس کے سامنے جھکنا، اس کے گھٹنوں اور پیروں کو ہاتھ لگانا یا سجدے کی صورت میں اس کے پیروں پہ پیشانی وغیرہ رکھنا ایک مسلمان کی شان کے منافی اور اس کے ملی تشخص کے خلاف ہے۔

اسی طرح اندازِ نشست و برخاست اور خورد و نوش کے طریقوں وغیرہ سے

بھی ملی تشخص کا اظہار ضروری ہے مثلاً مسلمانوں کے لئے بیٹھ کر کھانا پینا ضروری ہے مگر اس کے برعکس آج کل تقریبات وغیرہ کے موقعہ پر یہ بات دیکھنے میں آرہی ہے کہ کھڑے ہو کر کھانے کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ اگر جگہ کی تنگی کا مسئلہ ہو یا کوئی اور مجبوری درپیش ہو تو دوسری بات ہے لیکن محض انگریزوں کی نقل میں اور فیشن سمجھ کر کھڑے ہو کر کھانا نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کے ملی تشخص کے خلاف ایک عمل ہے بلکہ کھڑے ہو کر کھانا پینا اکثر پریشانی کا سبب بھی بنتا ہے۔ پلیٹ میں سالن وغیرہ لے کر ایک ہاتھ سے پلیٹ پکڑ کر دوسرے ہاتھ سے روٹی وغیرہ کھانے میں بڑی دقت پیش آتی ہے اور ایسا کرنے کے لئے طرح طرح کے طریقے جس میں بعض مضحکہ خیز بھی ہوتے ہیں اختیار کرنے پڑتے ہیں۔ انگریز تو ہماری طرح کے کھانے کھاتے نہیں ہیں، ان کے کھانے کی چیزیں عام طور پر خشک ہوتی ہیں جو کھڑے ہو کر کھائی جا سکتی ہیں۔ لیکن ہمارے کھانے چونکہ ان کھانوں سے مختلف ہوتے ہیں اس لئے کھڑے ہو کر کھانا ہمارے لئے ہرگز مناسب نہیں ہے۔ محض انگریزوں کی نقل میں کھڑے ہو کر کھانے کی مثال ایسی ہی ہے جیسے ایک بار ایک انگریز نے ریلوے اسٹیشن پر چائے منگوائی۔ چائے زیادہ گرم تھی اور گاڑی چلنے والی تھی اس نے برف کا ایک ٹکڑا لے کر چائے میں چلا لیا اور اس طرح چائے ٹھنڈی کر کے جلدی سے پی لی۔ ایک ہندوستانی بھی یہ دیکھ رہا تھا، اگلے اسٹیشن پر اس نے بھی چائے منگائی اور برف کوٹ کر اس میں ڈال دیا۔ اب یہ بغیر سوچے سمجھے جو نقل کی تو اس سے اندازہ لگا لیجیے کہ چائے کیا چیز بن گئی۔

بہرحال یہ چند مثالیں جو ملی تشخص کے سلسلے میں پیش کی گئی ہیں ان سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اسلامی عقائد اور اصول و احکام کی روشنی میں عملی زندگی کی تشکیل کے ذریعے ہی ایک مسلمان کا ملی اور قومی تشخص قائم ہو سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے قرآن، حدیث اور سیرت طیبہ کا مطالعہ بالکل ناگزیر ہے۔

ملی اور قومی تشخص کے اہتمام اور اس کے مظاہرے کا نفسیاتی اثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کو ہر وقت اپنی انفرادیت کا احساس رہتا ہے اور اپنی قومی انفرادیت سے لگاؤ کی

وجہ سے اس میں اپنی قوم کے تحفظ اور ترقی کا جذبہ کارفرما رہتا ہے۔ اگر کوئی قوم اپنی انفرادیت اور تشخص کو قائم رکھے تو وہ دوسری قوم میں مدغم نہیں ہونے پاتی ورنہ تو وہ جس قوم کی مشابہت اختیار کرتی ہے اسی کا حصہ بن جاتی ہے۔ برصغیر ہندو پاک کی تاریخ سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ مسلمان جب اس ملک میں آئے تو چند ہزار تھے۔ یہاں آکر انہوں نے ہندو اکثریت کے طرز زندگی کو نہیں اپنایا بلکہ اپنا علیحدہ تشخص برقرار رکھا۔ مسلمانوں کے عقائد تو مختلف تھے ہی مگر ساتھ ہی انہوں نے اپنا طرز معاشرت، اپنی وضع قطع، لباس، زبان، نام حتیٰ کہ مکان بنانے کے طریقے بھی علیحدہ رکھے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بحیثیت قوم نہ صرف باقی رہے بلکہ نسلاً بعد نسلٍ ان کی تعداد میں اضافہ بھی ہوتا رہا۔ ادھر ہندوستان کے قدیم باشندے بھی اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ برصغیر میں مسلمانوں کی تعداد ہزاروں سے بڑھ کر کروڑوں تک جا پہنچی اور آج اس برصغیر میں پاکستان اور بنگلہ دیش جیسے دو مسلم ممالک موجود ہیں جن کی بھاری اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

اس کے برعکس اس برصغیر پر ترک۔ مغل۔ تاتار۔ ایرانی اور یونانی وغیرہ بھی حملہ آور ہوئے مگر انہوں نے یہاں آکر ہندو اکثریت کے رہن سہن کے انداز، ان کے لباس، زبان اور نام رکھنے کے طریقوں وغیرہ کو اپنا لیا۔ آہستہ آہستہ ان کے عقائد بھی ہندوؤں جیسے ہو گئے۔ اس طرح یہ لوگ ہندو اکثریت کا حصہ بن گئے اور آج ایک مستقل قوم کی حیثیت سے کہیں بھی ان کا وجود نہیں ملتا۔

اپنا قومی تشخص ختم کر کے دوسری قوموں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کا جو نتیجہ نکلتا ہے اس کی وضاحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے بخوبی ہو جاتی ہے کہ جو کسی قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا

ہے وہ اسی کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس فرمان مبارک اور اس کے تاریخی شواہد کی روشنی میں پاکستانی مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ملی اور قومی تشخص کی طرف بھرپور توجہ دیں اور حکومت پاکستان اور بعض اداروں، جماعتوں اور افراد کی طرف سے قومی زبان بلکہ پورے اسلامی نظام کو اپنانے کے لئے جو اقدامات اور کوششیں کی جا رہی ہیں ان میں ان کے ساتھ مکمل تعاون کریں۔ ہمارا ملی اور قومی تشخص ہی ہماری بقا، تحفظ اور ترقی کا ضامن اور دوسری قوموں میں ہماری شناخت کا ذریعہ اور عزت و عظمت کا موجب ہے۔

(مدیر)